یادگار محفل

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

یہ قصہ کراچی کی ایک گرم شام میں سمندر کی پشت پر منعقد ہونے والی محفل کا ہے۔ میزبان اور مہمان چنیدہ لوگ تھے۔ اصحاب علم، اہل فکر و دانش۔ روشن چہرے، چمکتی آنکھیں، نظریں مہمان کے چہرے پر، کان ان کی دل میں اترتی آواز پر۔ سننے والوں کی خواہش تھی کہ اس شخصیت کو آنکھوں سے تو دیکھ لیا۔ جس نے ایک لافانی تصنیف لکھ کر راتوں رات شہرت جاوداں حاصل کی اور اہل سنت والجماعت کی آنکھوں کا تارا بن گئے، اب سماعت کو بھی ان کی عالمانہ گفتگو سے فیض یاب کریں۔

''حضرت! آپ کو اس تصنیف کا خیال کیسے آیا؟'' گفتگو حسب معمول اسی سوال سے شروع ہوئی جو تقریباً ہر محفل میں ان سے کیا جاتا تھا۔

بحیرہ عرب کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ بولنے والا صاحب علم بھی تھا اور صاحب زبان بھی۔ پر کیف فضا، دلکش گفتگو سننے والوں کا اشتیاق اور توجہ کا یہ عالم کہ لانچ کی سیٹیں چھوڑ کر حضرت کے قدموں میں فرش پر آ بیٹھے۔

''مجھے شروع سے علمائے دیوبند سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ اس وارفتگی کی وجہ یہ کہ میں اپنے مطالعہ اور مشاہدے کی بنا پر یہ سمجھتا تھا کہ برصغیر میں دین اسلام کی احیاو تبلیغ اور جہاد و حریت ان ہی حضرات کے مرہون منت ہے۔ ان کے اہلِ حق ہونے کی ایک یہی وجہ میرے نزدیک بہت تھی، لہٰذا کوئی ان کے خلاف بولے تو مجھے اس کی حماقت اور جہالت پر نہایت افسوس ہوتا تھا۔''

حضرت نے تمہید باندھ لی تھی اور اب ان کی گفتگو میں دھیرے دھیرے روانی اور توجہ قلبی کا عکس گہرا ہو رہا تھا۔

''ہمارے ہاں یوپی میں ایک جگہ ہے ''گھوسی''، وہاں کے ایک نہایت قابل فاضل تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں دوران تعلیم ہمیشہ امتیازی حیثیت حاصل کی۔ پھر کچھ نوجوانوں کی دیکھا دیکھی وہ بھی مدینہ یونیورسٹی پہنچ گئے۔ وہاں پڑھنا وڑھنا تو کچھ ہوتا نہیں ہے۔ برصغیر کے درس نظامی کی ساخت اور سانچہ ہی کچھ ایسا ہے کہ یہاں کا

فارغ التحصیل عالم، دینی علوم میں اتنی مہارت اور رسوخ کا حامل ہوتا ہے کہ اسے کہیں اور کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دنیا بھر میں اس کی کوئی مثال کہیں پیش نہیں جاسکتی۔ بس ایک چل چلاؤ اور دنیا دیکھنے کا شوق ہے جو ہمارے طلبہ دوسروں کی دیکھا دیکھی عرب ممالک کی یونیورسٹیوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ مولوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ کچھ عربی کا شین قاف درست کیا، کچھ پوزیشنیں حاصل کیں، اب واپس وطن آنا چاہتے تھے۔ سعودی حکومت نے ان کا وظیفہ مقرر کردیا تھا اور اب یہ خوش وخرم، کامیاب وکامران وطن لوٹ رہے تھے کہ وہ حادثہ پیش آگیا، جس کی بنا پر یہ تالیف وجود میں آئی۔''

حضرت گفتگو میں تجسس پیدا کرنے کے ماہر تھے۔ یہاں تک پہنچ کر دم بھر کو رکے، پھر بات آگے بڑھائی۔

ہوا کچھ یوں کہ جب ان کے کاغذات آخری دستخط کے لیے سعودی آفیسر کی میز پر پہنچے اس نے ان کو بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: الحمدللہ! دیوبندی ہوں۔ اس کی میز پر اس زمانے کی تازہ تازہ چھپی ہوئی کتاب ''الدیوبندیہ'' رکھی تھی، اس میں علمائے دیوبند کے خلاف ایسا بے سروپا مواد جمع کیا گیا تھا اور ایسے بے جا، رکیک الزامات لگائے گئے تھے کہ اس نے ان سے کہا ''تم مشرک ہو۔ قبوری اور وثنی ہو۔ (قبوری قبر پرست۔ وثنی: بت پرست) تمہارا وظیفہ منسوخ کیا جاتا ہے۔'' یہ خاموشی سے اٹھ کر آ گئے۔ باہر یہ کتاب خریدی جو مجھ سے گفتگو کے وقت ان کے ہاتھ میں تھی اور مجھے بتایا کہ اس کتاب میں ایسے بے جا الزامات ہیں کہ ان کا جواب دیتے ہوئے بھی انسان شرماتا ہے۔ یہاں سعودیہ میں ایک خاص طبقہ اس پر خوب بغلیں بجا رہا ہے۔ ہمارے ساتھی ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کتراتے ہیں کہ خدا جانے کیا فتنہ بنے؟''

یہاں تک پہنچ کر حضرت پھر رک گئے۔ ان کی گفتگو سے سماں بندھ چکا تھا۔ ایک تو لہجہ خوبصورت، دوسرے نستعلیق قسم کی اردو، تیسرے آپ بیتی سنانے کا مخصوص انداز۔ سب پر محویت کا عالم طاری تھا۔ حضرت پھر گویا ہوئے۔

''مجھ سے رہا نہ گیا۔ ان سے کتاب لی اور سیدھا گھر چلا آیا۔ مجھے اس وقت وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ میں اس کا جواب لکھوں گا۔ وہ جواب اس کے پرخچے اڑائے گا اور سعودی عرب اور خلیجی ممالک سے اس کے پھیلائے ہوئے جراثیم کا نہ صرف صفایا کر ڈالے گا، بلکہ تاریخی شہرت پا جائے گا۔ میں نے کتاب دیکھنی شروع کی۔ خدا کی پناہ علمی بددیانتی اور تحقیقی خیانت کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ میں کتاب پڑھتا گیا اور حیران ہوتا گیا کہ اصحاب توحید، عاملین بالحدیث اس حد تک گر بھی سکتے ہیں؟

ایک عجب بات یہ ہوئی کہ میں جس کتاب سے حوالے کی مراجعت کرنا چاہتا، وہ کمیاب ہونے کے

باوجود معمول کے خلاف جلد ہی ہاتھ لگ جاتی۔ اپنے کتب خانے کی الماریوں کے قریب گزرتا تو کتابوں کی قطار میں سے وہ کتابیں گویا جھانک جھانک کر مجھے تاکتیں اور اپنی طرف متوجہ کرتیں، جن سے کوئی مفید بات ہاتھ لگ سکتی ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی مجھے اس کا جواب لکھنے پر ابھار رہا ہے۔ میں نے قلم ہاتھ میں لیا تو وہ بگٹٹ بھاگتا چلا گیا۔ دماغ میں ابھی پوری طرح سوچ آ بھی نہ پائی ہوتی کہ قلم کھینچ کھینچ کر اسے کاغذ پر منتقل کرتا چلا جاتا۔ تین مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ عربی میں کتاب تیار ہوگئی اور ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہوئی جو اس میدان کا شناور ہی نہ تھا۔ نام بھی مجھے خوب سوجھا: ''وقفة مع اللامذهبية'' (کچھ دیر غیر مقلدوں کے ساتھ) میں سمجھتا ہوں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ کمزوروں سے ایسے کام لے لیتا ہے، جن کا تصور بھی وہ نہیں کر سکتے۔''

سب سامعین کو یقین تھا یہ حضرت کی تواضع ہے، ورنہ عربی زبان پر ان کی گرفت کے ساتھ تحقیق اور تدقیق میں، جیسی دسترس ان کو حاصل ہے، معاصرین میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

''جب علمائے دیوبند پر الزامات کا پلندہ ''الدیوبندیہ'' کی شکل میں آیا تو کچھ حضرات سعودیہ میں مقیم فضلا کو کہتے سنے گئے کہ اس کا جواب ان کو وہاں سے لکھنا چاہیے۔ جب کہ سعودیہ میں مقیم حضرات وہاں سے اس کتب کے نسخے پر نسخہ بھیجتے کہ یہاں اس کا جواب لکھا جائے۔ یہ کشمکش زوروں پر تھی کہ میں اپنی کتاب کا مسودہ لے کر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جا پہنچا۔ روداد سنائی اور کتاب پیش کی۔ حضرت دیکھ کر متعجب ہوئے اور فرمایا کہ ابھی حضرت مہتمم صاحب حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تشریف لاتے ہیں ان کو دکھا کر مشورہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: ''حضرت! میں اپنے حصے کا کام کر چکا۔ اب آگے کا مشورہ وغیرہ آپ ہی کیجیے اور مجھے دعاؤں کے ساتھ اجازت دیجیے۔'' میں مصافحہ کر کے چلا آیا۔ کتاب کچھ دیکھی گئی تو پسند آئی۔

پہلا ایڈیشن اگرچہ طباعت کے لحاظ سے زیادہ معیاری نہ تھا، لیکن ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور اثر پذیری کا یہ عالم کہ ''الدیوبندیہ'' کی اشاعت پر خوشی سے بغلیں بجانے والے حضرات یہ کہتے سنے گئے: ''ہم نے ''الدیوبندیہ'' چھاپ کر نہایت غلطی کی۔'' اس کتاب کی تصنیف و مراجعت کے دوران ایک اور کتاب خود بخود ساتھ ساتھ تیار ہوگئی ''مسائل غیر مقلدین'' کی پہلی کتاب دندان شکن جواب تھی تو یہ جارحانہ اقدام کہلائی۔ دونوں کو بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ملک کے نامور ادیب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''عربی سے اردو ترجمہ آپ کے ہاں سے ابن الحسن عباسی صاحب نے ''کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ'' کے نام سے کیا۔ خوب کیا اور خوب چلا۔ (عباسی صاحب محفل میں تشریف فرما تھے۔ سن کر زیر لب مسکراتے رہے)۔

کچھ عرصے بعد اس مخصوص طبقے نے پینترا بدلا اور یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری کتاب میں دیے گئے حوالے درست نہیں۔لوگوں نے مجھ سے سوالات شروع کر دیے۔ میں نے انہیں بہتیرا سمجھایا کہ یہ تو ان ہی سے پوچھا جائے کہ کس صفحے کا کون سا حوالہ درست نہیں؟ میں کیا پوری کتاب کے ایک ایک حوالے کی وضاحت کروں گا۔لوگوں نے مان کے نہ دیا تب میں نے مجبور ہو کر ''مصور تنطق'' (بولتی تصویریں، یا بولتے عکس) کے نام سے تیسری کتاب لکھی اور اس میں تمام حوالوں کا عکس چھاپ دیا۔اب گویا پوری لائبریری ہر ایک کے ہاتھ میں آ گئی۔ جو چاہے تسلی کرے اور جو چاہے مخالفین کا کامیاب تعاقب کرے۔اب تو میں جہاں جاتا لوگ مجھے ''مناظر اسلام'' کا خطاب دیتے حالانکہ میں نے ایک مناظرہ بھی نہ کیا تھا۔اس پر میں نے یہ طریقہ شرع کر دیا کہ پہلے آدھا گھنٹہ بیان کرتا پھر آدھا گھنٹہ حاضرین کو سوالات کا موقع دیتا۔ یہ طریقہ بہت مقبول ہوا۔ بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ بہت سوں کو حنفیت، احناف اور فقہ حنفی کی حقانیت پر کامل ایمان نصیب ہوا۔جو ان شاء اللہ میرے لیے صدقہ جاریہ ہے۔اب پورے خلیج میں میری یہ کتابیں گھر گھر پڑھی جاتی ہیں اور مخالفین کے پھیلائے ہوئے زہر کے تریاق کا کام دیتی ہیں۔''

حضرت کے ٹھہر ٹھہر کے بولنے کا انداز، ہندوستانی حضرات کے لب و لہجے کا مخصوص رچاؤ، روداد کی دلچسپی اور افادیت، سمندری ہوا کے خوش گوار جھونکے، سمندر کی اٹھکیلیاں کرتی موجوں پر جمی محفل، سچ پوچھیے تو لطف ہی آ گیا۔

''اس کے بعد میں نے اسی موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید کتابیں لکھیں۔ میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اکابر سے عقیدت و محبت کے صدقے یہ موضوع میرے لیے آسان کر دیا ہے۔ان کتابوں کے نام یہ ہیں:

1......وقفه مع معارضی شیخ الاسلام۔ (کچھ دیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مخالفین کے ساتھ)

2......قارئین کرام! آپ کو یقیناً اشتیاق ہوگا کہ ان شخصیت کا نام جانیں۔ جی ہاں! ان کا نام نامی حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری ہے۔ جو ایک مخصوص طبقے کی طرف سے علمائے دیوبند اور احناف پر اعتراض کا ترکی بہ ترکی جواب دینے میں ہندو پاک میں بہت بڑا نام سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت گزشتہ ہفتے انڈیا سے پاکستان تشریف لائے تو متعدد محفلوں میں ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ غازی پور کے تو وہ ہیں ہی، ماشاء اللہ تن و توش سے بھی غازی معلوم ہوتے ہیں۔ بے تکلفی، برجستہ گوئی اور خوش مزاجی آپ پر ختم معلوم ہوتی تھی، جس کی بنا پر حضرت کی صحبتیں یادگار رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی صحت و معمولات میں برکت نصیب فرمائے اور ان کے فیض کو عام و تام فرمائے۔ (آمین)

☆☆......☆☆